دسمبر ۲۰۲۵ء

پاکستان جمہوریت

وزارتِ اطلاعات ونشریات کا جریدہ
جلد :65 شمارہ:12

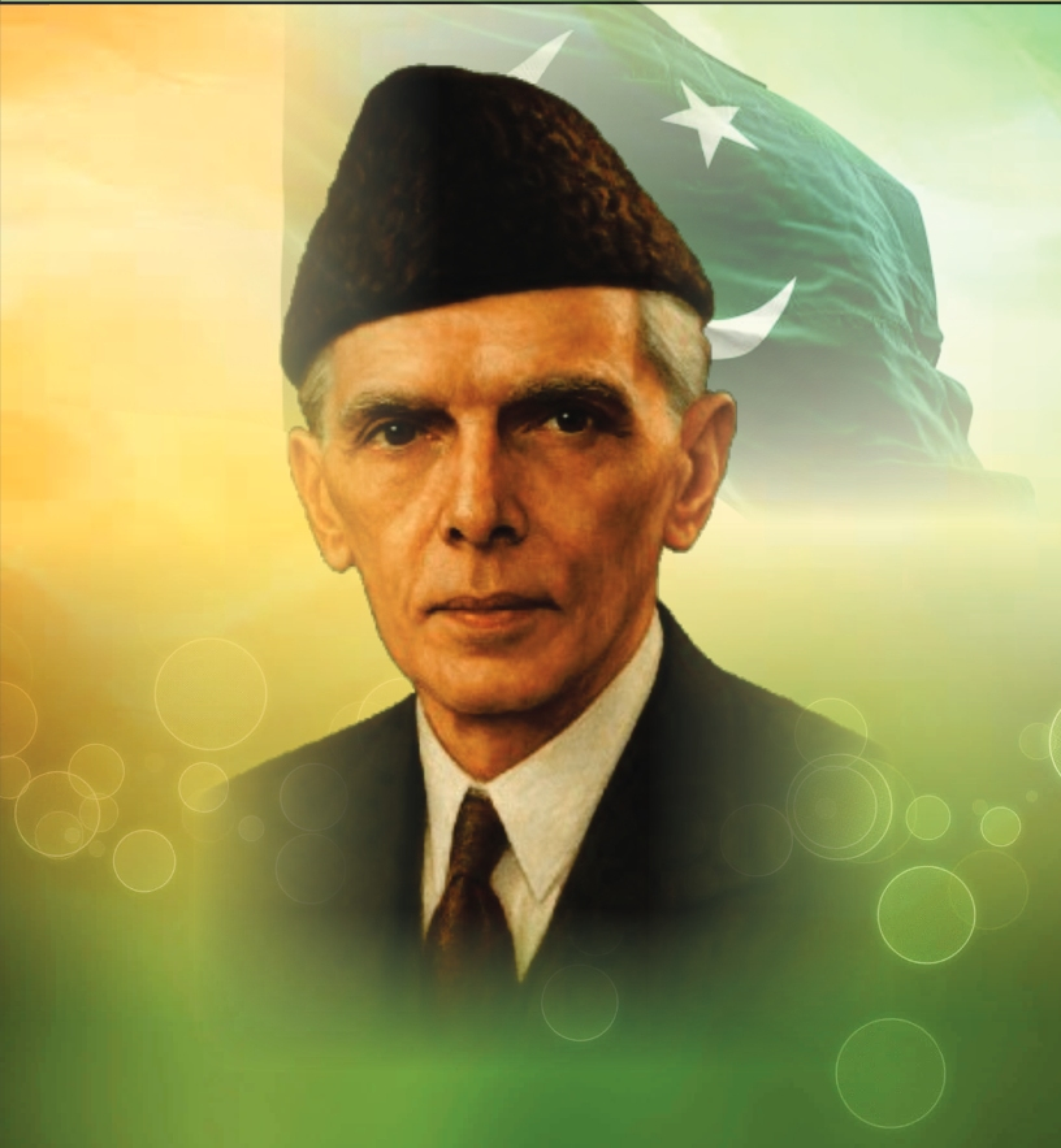

THE
CONSTTUTION
OF
PAKISTAN

DIRECTORATE OF ELECTRONIC MEDIA AND PUBLICATIONS

دسمبر ۲۰۲۵ء

پاک جمہوریت

وزارتِ اطلاعات ونشریات کا جریدہ

جلد:65 شمارہ:12

اداریہ		۵
۱۔ جنوبی ایشیا کے نقشے کی بدلی تصویر قائدؒ نے بدلی مسلمانوں کی تقدیر	محمد زکریا	۶
۲۔ پاکستان میں حالیہ دہشتگردی کی لہر	کنول افتخار	۱۴
۳۔ ٹی ایل پی کا احتجاج اور حکومتی ردِعمل	امتیاز احمد تارڑ	۱۹
۴۔ ستائیسویں آئینی ترمیم کا حقیقی مفہوم	اُمِ ایمن	۲۴
۵۔ بنیان مرصوص کے بعد دشمن کی خفیہ یلغار	ناصر نقوی	۲۹

نگرانِ اعلیٰ: ثمینہ فرزین
نگران: محمد سلیم
مینجنگ ایڈیٹر: شہپہ عباس
چیف ایڈیٹر: ماریہ رشید ملک
ایڈیٹر: مائرہ جاوید
ڈیزائنر: محمد وسیم

ڈائریکٹوریٹ آف الیکٹرانک میڈیا اینڈ پبلی کیشنز،
291۔اے،ایم اے جوہر ٹاؤن لاہور
انتظامیہ: 042-99333909
مدیر: 042-99333912
email:editor@pakjamhuriat.org

انتباہ

ادارے اور میگزین ''پاک جمہوریت'' کا مقصد عوام الناس کو آگاہ کرنا اور بہترین مواد مہیّا کرنا ہے۔ البتہ شمارے میں شامل تمام مضامین مصنفین کی ذاتی آراء پر مشتمل ہیں۔ لہٰذا ادارے یا ادارے کے کسی فرد پر ذمہ داری عائد نہیں ہوتی۔

اداریہ

قائدِ اعظم محمد علی جناح وہ شخصیت تھے جنھوں نے دو قومی نظریے کے مؤقف کو اختیار کر کے برصغیر کی تقدیر بدلی۔ وہ برصغیر کے مسلمانوں کے قائد تھے اور دسمبر میں ہم اُن کی ولادت اور قوم کے لیے دی گئی اُن کی عظیم قربانیوں کو خراجِ عقیدت پیش کرتے ہیں۔ پاکستان کے دشمن قیامِ پاکستان سے ہی ملک کے امن کو سبوتاژ کرنے کے درپے رہے ہیں۔ حالیہ دہشت گردی کی لہر نے عوام کے سکون کو متاثر کیا ہے اور سیکیورٹی اداروں کو چوکس کر دیا ہے۔ اسلام آباد میں حملہ اور وانا کیڈٹ اسکول پر وار دشمن کی طرف سے نہایت بزدلانہ کارروائیاں تھیں۔

دوسری طرف ملک کے اندر ٹی ایل پی سڑکوں پر احتجاج اور رکاوٹیں کھڑی کر کے امن کو تہ و بالا کرنے کی کوشش کر رہی ہے۔ حکومت نے بلیک میلنگ کے آگے جھکنے سے انکار کیا اور مؤثر کارروائی کرتے ہوئے مظاہرین کو منتشر کیا۔ یہ ریاست کی رِٹ کا واضح ثبوت تھا کہ ملک میں کسی فرد یا تنظیم کو قانون و نظم میں خلل ڈالنے کی کھلی اجازت نہیں دی جائے گی۔

داخلی سطح پر 27ویں آئینی ترمیم اور اس کے اثرات پر بھی گفتگو جاری ہے۔ یہ ترمیم پارلیمنٹ میں سادہ اکثریت سے منظور کی گئی۔ حکومت مرکز اور صوبوں کے درمیان اختیارات کی تقسیم میں کچھ توازن بحال کرنے کی کوشش کر رہی ہے۔ یہ ترمیم یقیناً ملک کے بہتر مستقبل کی راہ ہموار کرے گی۔

شکریہ

ایڈیٹر پاک جمہوریت

جنوبی ایشیا کے نقشے کی بدلی تصویر
قائدؒ نے بدلی مسلمانوں کی تقدیر

محمد زکریا
(مصنف، کالم نگار ہیں اور پی ایچ ڈی ڈاکٹر ہیں)

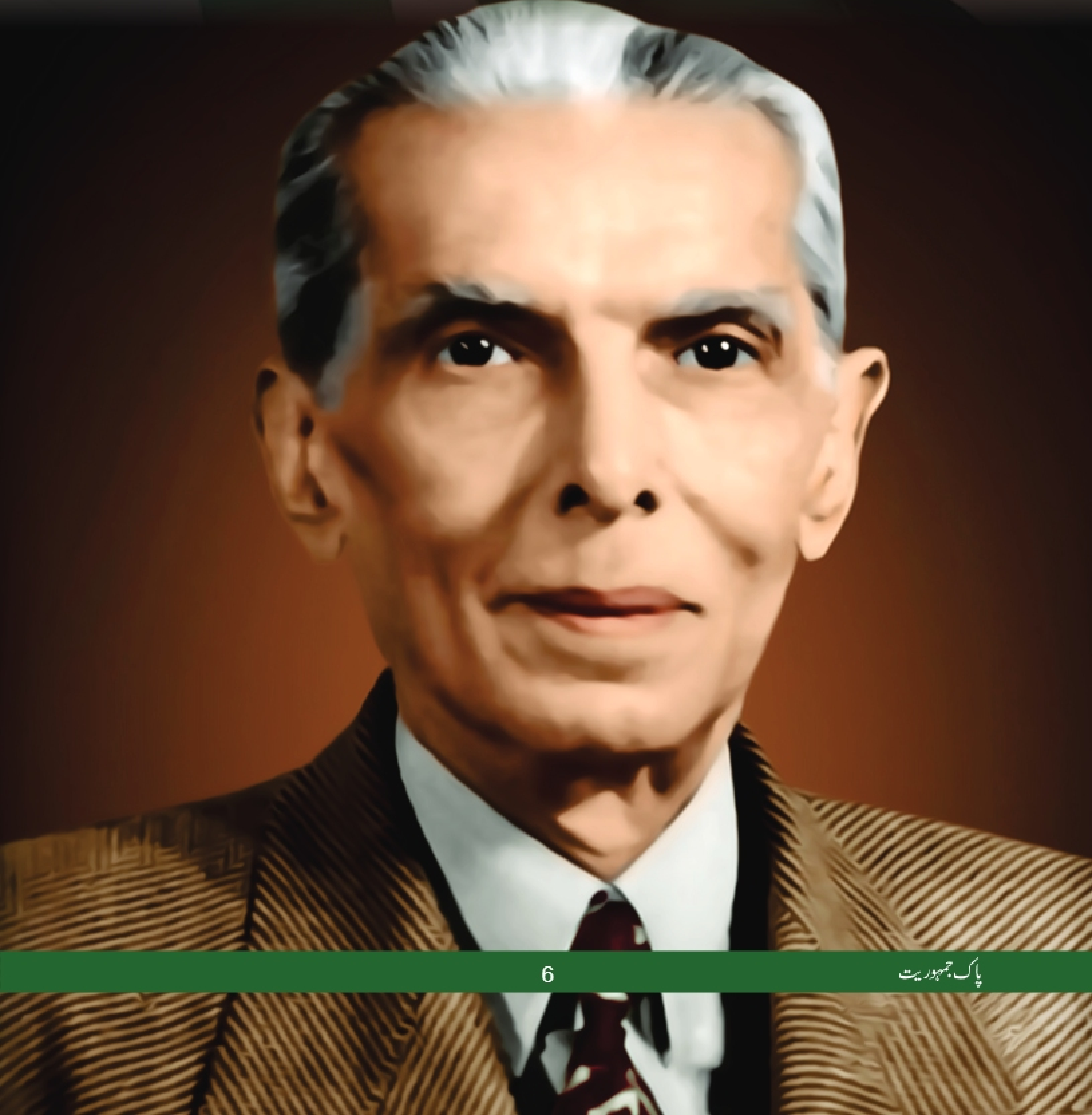

بانی پاکستان قائداعظم محمد علیؒ جناح جنوبی ایشیا کے سب سے ممتاز قانون دان اور منفرد سوچ کے مالک، آئین پسندی کا رجحان رکھنے والے، ایک ممتاز پارلیمانی لیڈر، اعلیٰ ترین سیاستدان، ایک ناقابل شکست حریت پسند سپاہی، سیاسی حکمت عملی جیسے اوصاف کی درخشاں مثال اور اپنے عہد کے عظیم قوم سازوں میں سب سے ممتاز رہنما تھے۔ ان کا سب سے بڑا کارنامہ جغرافیہ کا رخ موڑ کر تاریخ کا دھارا بدلنا اور اس وقت کی دنیا کی سب سے بڑی مملکت اسلامی پاکستان کا قیام ہے۔ یہ ایک ایسا کارنامہ ہے جس پر بلاشبہ رہتی دنیا تک آنے والے مسلمان فخر محسوس کریں گے، 78 سال قبل تک جس مقصد عظیم کو صرف دیوانے کا خواب کہا جا رہا تھا، اس کو قائداعظم کی لازوال قیادت نے ناقابل تردید حقیقت بنا دیا۔ انہوں نے بیک وقت انگریز سرکار اور ہندو اکثریت سے جنگ لڑی اور خالصتاً آئینی و جمہوری ذرائع سے بغیر کسی اسلحہ یا فوج کے یہ جنگ جیتی اور ایک بار بھی جیل نہیں گئے۔ ان کا منفرد اور عظیم کارنامہ دیکھ کر دنیا بھر کے مفکر، دانشور اور سیاستدان حیرت میں ڈوب جاتے ہیں۔ اور ان کی راست فکری، اصول پسندی، مستقل مزاجی کے قائل ہو کر عظیم راہنما تسلیم کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ شیکسپیئر کا معقولہ ہے کہ ''کچھ لوگ پیدا ہی عظیم ہوتے ہیں اور کچھ لوگ اپنے کاموں سے خود کو عظیم بنا لیتے ہیں۔'' اگر یہ بات قائداعظم محمد علی جناح کے لیے کہی جائے تو غلط نہیں ہوگی۔ 'جناح آف پاکستان' کے مصنف پروفیسر اسٹینلے لکھتے ہیں، 'بہت کم لوگ ایسے ہوتے ہیں جو تاریخ کا دھارا بدل دیتے ہیں اور ایسے لوگ تو اور بھی کم ہوتے ہیں جو دنیا کا نقشہ بدل کر رکھ دیتے ہیں اور ایسا تو کوئی کوئی ہوتا ہے جو ایک نئی مملکت قائم کر دے۔ محمد علی جناحؒ ایک ایسی شخصیت

ہیں جنہوں نے بیک وقت تینوں کارنامے کر دکھائے۔

ایل ایف رش ولیم اپنی کتاب سٹیٹ آف پاکستان میں رقمطراز ہے۔ میرے دوست بضد ہیں کہ جب برطانیہ مشکل میں تھا تو اس نے تقسیم کرو اور حکومت کرو' کی پالیسی پر عمل کرتے ہوئے کانگریس کے مقابل مسلم لیگ کی پشت پناہی کی جس میں مسٹر جناح آپ کا آلہ کار بنا اس تھیوری کے خلاف دلیل یہ ہے کہ جو شخص مسٹر جناح کو جانتا ہے وہ اس امر سے بخوبی آگاہ ہے کہ "وہ زندگی میں کسی کا آلہ کار نہیں بنا" آگے چل کر وہ کہتا ہے۔" کانگریس کی مکاری کو مدنظر رکھتے ہوئے قائد اعظم نے تمام معاملات اتنی عقلمندی اور مہارت سے نپٹائے کہ کانگریسی راہنما بھی پاکستان کے قیام اور تقسیم ہند کو بڑی تباہی سے بچنے کی امید سمجھنے لگے۔ مسٹر مائیکلو قائد اعظم کی شخصیت پر اظہار خیال کرتے ہوئے کہتا ہے۔ سب راہنماؤں کے ساتھ مسٹر جناح مجھ سے ملے۔ وہ ابھی جواں ہیں اور آداب محفل سے پوری طرح آشنا۔ ان سے ملنے والا چہرے مہرے سے بہت متاثر ہوتا ہے۔ وہ استدلال اور فن بحث میں طاق ہیں۔ انہوں نے اس بات پر اصرار کیا کہ ملک کے سیاسی مستقبل کے لیے ان کا منصوبہ مکمل طور پر تسلیم کر لیا جائے میں جناح کی بحث سن کر تھک گیا اور میں نے ان کو ڈرانے کی کوشش کی مگر خود الجھ کر رہ گیا۔ اس میں شک نہیں کہ جناح انتہائی قابل شخص ہیں۔ جواہر لال نہرو بھی قائدؒ کی صلاحیتوں کے معترف تھے، انہوں نے کہا کہ انسان کا قیمتی سے قیمتی سرمایہ یہی ہے کہ وہ اعلیٰ کردار کا مالک ہو اور عمدہ سیرت رکھتا ہو۔ مسٹر جناح کی شخصیت اعلی کردار کا نمونہ تھی۔ جس کے ذریعے زندگی کے ہر معرکے کو سر کیا۔

سر اسٹافورڈ کرپس قائد اعظم کے بارے میں گفتگو کرتے ہوئے کہتے ہیں محمد علی جناح، بھارتی وکلاء میں سے ایک بہت زیادہ قابل وکیل اور بہترین آئین ساز (آئین پسند) تھے۔ مہاتما گاندھی نے لارڈ برکن ہیڈ کو لکھے گئے خطوط میں قائد اعظم کی تعریف کرتے ہوئے کہا کہ مسٹر جناح اور سر تاج بہادر سپرو بھارت کے دو ہوشیار ترین وکیل ہیں۔'

مسز سروجنی نائیڈو کے مطابق قسمت کا دھنی انسان جو اچانک غیر متوقع حالت کا شکار ہو گیا تھا محض اپنی جرات و اولعزمی کے بل بوتے پر دنیا کو مسخر کرنے نکل کھڑا ہوا ہے مسٹر جناح کے متعلق خواہ کوئی بھی رائے قائم کی جائے لیکن میں پورے وثوق سے کہہ سکتی ہوں کہ مسٹر جناح کو کسی قیمت پر خریدا نہیں جا سکتا۔ مسز وجے لکشمی پنڈت نے اپنی رائے اس طرح قائم کی کہ اگر مسلم لیگ میں ایک سو گاندھی ہوتے اور ان کے مقابل کانگریس میں ایک جناح ہوتا تو ملک تقسیم نہ ہوتا۔ خود مہاتما گاندھی، قائد اعظم محمد علی جناحؒ کی تعریف ان الفاظ میں کرتے ہیں کہ جناح بلا شک وشبہ اعلیٰ اوصاف کے مالک ہیں۔ سیرت و کردار کی بلندیوں پر ہیں۔ جہاں کوئی لالچ، خوف یا غصہ انہیں اپنے راستے سے ہٹا نہیں سکتا تھا۔ وہ عزم و استقامت کا کوہ گراں تھے۔ نہ امارت نہ ثروت ان کی راہ میں حائل نہ حکومت کا جاہ جلال انہیں مرغوب کر سکا۔ انہیں مسلم عوام پر بے پناہ قابو حاصل تھا۔ میں جناح کی یکسوئی، اعلیٰ قابلیت اور مستحکم کردار کا احترام کرتا ہوں۔ بلاشبہ انہیں کوئی نہیں خرید سکتا۔

آیئے اب بغور جائزہ لیتے ہیں کہ قائداعظم نے تقسیم ہند کیلئے کس طرح تاریخی کردار ادا کیا، 3 جون 1947 کو برطانوی حکومت نے انڈیا میں اقتدار کی منتقلی اور ملک کی تقسیم کا اعلان کیا۔ محمد علی جناح نے برطانوی وزیر اعظم کلیمنٹ ایٹلی اور وائس رائے لارڈ ماؤنٹ بیٹن کی تقریر کے بعد اپنے ردعمل میں کہا کہ برطانوی حکومت کے اس اعلان پر انتہائی تحمل اور ٹھنڈے دل سے غور کرنا ہوگا۔ انھوں نے یہ بھی کہا کہ یہ منصوبہ کچھ اہم پہلوؤں میں ہماری توقعات پر پورا نہیں اترتا لیکن اس پر حتمی فیصلہ آل انڈیا مسلم لیگ کی کونسل میں لیا جائے گا۔ ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم

اس منصوبے کا جائزہ ٹھنڈے دماغ اور غیر جذباتی انداز میں لیں۔ ہمیں یاد رکھنا چاہیے کہ ہمیں اس عظیم برصغیر کے سیاسی مسائل کے حل کے لیے، جس میں چالیس کروڑ لوگ رہتے ہیں، نہایت اہم اور گمبھیر فیصلے کرنا ہوں گے۔ جس قدر بھاری ذمہ داری ہمارے کاندھوں پر ہے اس کی مثال دنیا میں کہیں نہیں ملتی۔ اور اس حوالے سے سب سے بڑی ذمہ داری ہندوستان کے سیاسی رہنماؤں کے کاندھوں پر ہے۔ ہمیں اپنی تمام تر توانائیاں اس بات پر صرف کرنی چاہئیں کہ انتقالِ اقتدار کا یہ مرحلہ مؤثر اور پرامن انداز میں پایہ تکمیل کو پہنچے۔ میری تمام طبقات خاص طور پر مسلمانوں سے مخلصانہ اپیل ہے کہ وہ نظم وضبط قائم رکھیں۔ ہمیں اس منصوبے کی روح کو سمجھتے ہوئے کسی نتیجے پر پہنچنا ہوگا۔ میں اس فیصلہ کن مرحلے پر خدا کی رہنمائی طلب کرتا ہوں تاکہ ہم اپنی ذمہ داری منصوبے کو اچھی طرح سمجھتے ہوئے سمجھداری سے اور معتبرانہ انداز میں پوری کر سکیں۔

قائد کانگریسی ہندوؤں کے مظالم کے نتیجے میں پاکستان کے مطالبے پر قائل ہوئے۔ قائد نے محسوس کیا کہ انگریز سے آزادی کے بعد برصغیر کے مسلمان غالب ہندو آبادی کے رحم وکرم پر ہونگے، شاید انہیں ہندو دیوتاؤں کے سامنے جھکنے پر بھی مجبور ہونا پڑے۔ چنانچہ، وہ "دوقومی نظریہ" کے شدید حامی بن گئے۔ ایک ایسا نظریہ جس کی ہندوؤں نے زورشور سے تردید اور مخالفت کی، آج تک اس کی من گھڑت تشریح کی جاتی ہے۔ آج یہ حقیقت عیاں ہوچکی ہے کہ قائد بالکل درست تھے، برصغیر کے مسلمان ہندو نظریہ کے تحت کبھی آزاد نہیں رہ سکتے تھے۔

تاہم جو پاکستان 1947 میں وجود میں آیا، وہ اُن کے اصل خواب کا محض ایک حصہ ہی تھا۔ آخری برسوں میں اُن کی جان لیوا بیماری کے دوران کانگریس کے شدید دباؤ اور وائس رائے لارڈ ماؤنٹ بیٹن کی چالاکیوں کے پس منظر میں وہ اُس پاکستان کو تسلیم کرنے پر آمادہ ہوگئے جو وہ اس سے قبل دو بار مسترد کر چکے تھے۔ وہ ایسا پاکستان چاہتے تھے جس میں پنجاب اور بنگال کی تقسیم نہ ہو۔ آج جنوبی ایشیا کے امن کو سنگین خطرات کا سامنا ہے جس کی سب سے بڑی وجہ مسئلہ کشمیر ہے۔ اگر پنجاب تقسیم نہ ہوتا تو نہ ہی کشمیر پر بھارتی غاصبانہ قبضہ ہوتا اور نہ ہی پاکستان اور بھارت کے درمیان جنگی ماحول پیدا ہوتا۔ مسلم اکثریتی صوبہ بنگال کی تقسیم بھی بدنیتی پر مبنی تھی، تقسیم بنگال کی واحد وجہ بنگال کے قدرتی وسائل کی تقسیم اور مسلم اکثریت کو اقلیت میں بدلنا تھا۔ اگر قائداعظم محمد علی جناح کی دوراندیش سوچ کی عملی تعبیر ممکن ہوسکتی تو شائد آج جنوبی ایشیا کا شمار دنیا کے ترقی یافتہ خطوں میں ہوتا۔

> فیلڈ مارشل سر کلائیڈ آرکلیکٹ کہتا ہے۔ "میں جناح کا بڑا مداح ہوں۔ وہ زبردست شخصیت کے مالک تھے۔ اور دھن کے پکے تھے۔ کوئی چیز ان کی غیر معمولی قوت ارادی کو دبا نہیں سکی۔" معروف دانشور اور جناح آف پاکستان کے مصنف اسٹینلے والپرٹ کہتے ہیں کہ بلاشبہ جناح ایک نابغہ روزگار شخصیت تھے اور وہ برصغیر کے سب سے بلند قانونی دماغ تھے۔ اگرچہ نہرو بھی قانون دان تھے مگر وہ جناح کے برعکس قانونی باریکیوں کو کم ہی سمجھتے تھے۔ جناح کی خوبی یہ تھی کہ وہ جب کوئی فیصلہ کر لیتے تو اس پر سختی سے کاربند ہو جاتے۔

قائداعظم کی ولولہ انگیز قیادت نے اسلامی نظریاتی مملکت کا احساس برصغیر کے مسلمانوں میں اس طرح جاگزیں کیا کہ ان کے دلائل کے سامنے کوئی نہ ٹھہر سکا۔ انہوں نے مسلمان قوم کو مملکت پاکستان کی صورت 14 اگست 1947ء بمطابق 27 رمضان المبارک، جمعۃ الوداع، شب قدر اور نزول قرآن کی مبارک ساعتوں میں پاکستان کا تحفہ دیا۔ انہی غیر معمولی صلاحیتوں کی وجہ سے قوم انہیں بطور قائداعظم پکارتی ہے۔ ان کا خاندانی نام "محمد علی" رکھا گیا، مگر انہیں "قائداعظم" کا پہلی بار لقب مولانا مظہر الدین جیسی باوقار شخصیت نے دیا اور یہ بات پاکستان کے ایک مستند انسائیکلو پیڈیا "پاکستانیکا" از سید قاسم محمود اس کے چھٹے ایڈیشن کے صفحہ نمبر 889 پر لکھتے ہیں کہ "دسمبر 1937ء میں مولانا نے محمد علی جناح اور لیاقت علی خاں کو دہلی میں استقبالیہ دیا اور اپنے ادارے سے سپاسنامہ پیش کیا۔ اس سپاسنامے میں جناح صاحب کو قائداعظم، صدائے

ملک وملت، رہنمائے اور قائدملت" جیسے خطابات سے نوازا گیا۔14 اگست 1947ء کو دنیائے عالم کے نقشے پر ایک آزاد اور خودمختار ملک اسلامی جمہوریہ پاکستان کے نام سے معرضِ وجود میں آیا۔ لارڈ ماؤنٹ بیٹن نے قائداعظم کو پہلے گورنر جنرل پاکستان کے اختیارات منتقل کیے۔ قائداعظم نے امن و محبت اور رواداری کی تلقین کرتے ہوئے دوٹوک الفاظ میں کہا کہ مسلمان ریاست حسنِ سلوک کی اعلیٰ روایات کی پاسدار ہوتی ہے۔

قائداعظم محمد علی جناح مسلمانوں میں اتحاد کی صفیں قائم کر کے جسدِ واحد بنانے کیلئے پوری زندگی کوشاں رہے،1943 کے مسلم لیگ کراچی کے اجلاس میں آپؒ نے فرمایا کہ ''وہ کون سا رشتہ ہے جس میں منسلک ہونے سے تمام مسلمان جسدِ واحد کی طرح ہیں؟ وہ کون سی چٹان ہے جس پر ان کی ملت کی عمارت استوار ہے؟ وہ کون سا لنگر ہے؟ جس سے اس امت کی کشتی محفوظ کر دی گئی ہے؟ وہ چٹان، لنگر، خدا کی کتاب قرآن کریم ہے، مجھے یقین ہے کہ جوں جوں ہم آگے بڑھتے جائیں گے ہم میں زیادہ اتحاد ہوگا، ایک خدا۔ ایک رسول ﷺ، ایک کتاب، ایک امت''۔

قائد کو 1945 میں بھی فلسطینیوں کی حالت زار کا اندازہ تھا۔ قائد مذہبی آزادی پر مکمل یقین رکھتے تھے۔ قائد نے دنیا کے سامنے پاکستان کی منفرد شناخت کے کئی منصوبے مرتب کیے۔ پاکستان کی خارجہ پالیسی کیلئے ان کا وژن اخلاقیات، انصاف اور برابری پر مشتمل تھا۔

انہوں نے 12 اکتوبر 1945 کو کہا ’’ مجھے امید ہے کہ یہودی اپنے مذموم منصوبوں میں کامیاب نہیں ہوں گے اور میری خواہش ہے کہ برطانیہ اور امریکہ ان کی پشت پناہی ترک کر دیں پھر میں دیکھوں گا کہ یہودی یروشلم کو کس طرح فتح کرتے ہیں۔ لوگوں کی خواہشات کے خلاف پہلے ہی یہودی، جو نصف ملین سے زیادہ ہیں، یروشلم میں رہائش پذیر ہیں۔ کیا میں جان سکتا ہوں کہ دوسرے کون سے ملک نے ان کو رہائش دی ہے؟ اگر اب تسلط اور استحصال کیا جاتا ہے تو، وہاں نہ امن ہو سکے گا اور نہ جنگ کا خاتمہ ہوگا۔‘‘

قائداعظم نظریہ پاکستان کو مسلم امہ کیلئے زندگی اور موت قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ’’ یہ زندگی اور موت کا معرکہ ہے۔ مسلمانوں کو اس حقیقت کا پورا احساس ہو چکا ہے اگر ہم شکست کھائیں گے تو سب کچھ کھو بیٹھیں گے۔ آیئے اس ولندیزی ضرب المثل کو اپنا دستور العمل بنائیں۔ ’’جب انسان دولت کھو دے تو کچھ نہیں کھوتا۔ اگر حوصلہ کھو دے تو بہت کچھ کھو جاتا ہے لیکن روح مر جائے تو پھر کچھ بھی باقی نہیں رہتا‘‘۔ 11 اگست 1947 کو دستور ساز اسمبلی میں قائداعظم نے اقلیتوں کے مساوی حقوق کے بارے میں واشگاف الفاظ میں فرمادیا تھا کہ ’’ آپ آزاد ہیں اپنے مندروں میں جانے کے لیے، آپ آزاد ہیں اپنی مسجدوں میں جانے کے لیے اور ریاستِ پاکستان میں اپنی کسی بھی عبادت گاہ میں جانے کے لیے۔ آپ کا تعلق کسی بھی مذہب، ذات یا نسل سے ہو، ریاست کا اس سے کوئی لینا دینا نہیں۔ اس کے بعد آپ دیکھیں گے کہ کچھ عرصہ گزرنے کے بعد ہندو ہندو نہیں رہیں گے اور مسلمان مسلمان نہیں رہیں گے۔ میں یہ بات مذہبی معنوں میں نہیں کہہ رہا ہوں، کیوں کہ یہ تو ہر فرد کے ذاتی عقیدے کا معاملہ ہے۔ بلکہ ریاست کے باشندے ہونے کی بنا پر سیاسی معنوں میں کہہ رہا ہوں‘‘۔ قائداعظم نے دستور ساز اسمبلی کا خطبہ صدارت دیتے ہوئے پاکستان کی سالمیت کے بارے میں فرمایا کہ ’’جو لوگ اپنی نادانی سے یہ سمجھتے ہیں کہ وہ پاکستان کو ختم کر دیں گے، بڑی سخت بھول میں مبتلا ہیں۔ دنیا کی کوئی طاقت پاکستان کا شیرازہ بکھیرنے میں کامیاب نہیں ہو سکتی، اِس کی جڑیں مضبوط اور گہری ہیں۔

قائداعظم محمد علیؒ جناح ایسی با کمال شخصیت ہیں جن کا تذکرہ رہتی دنیا تک رہے گا۔ انہوں نے ہندو غلامی پر اسلامی اُصولوں کے عین مطابق آزاد فضاؤں کو ترجیح دی، قیام پاکستان کے پس منظر میں یہی حقیقت تھی کہ برصغیر کے مسلمان ہندوؤں کی غلامانہ سوچ کے برعکس خود مختار ،آزاد ریاست کو فوقیت دیتے ہیں۔ قائداعظمؒ نے جس احسن انداز سے اقبالؒ کے خواب کو حقیقت بنایا وہ بے مثل ہے۔ قائدؒ نے پاکستان جیسے ناقابلِ یقین معرکے کو ممکن بنایا، قائد کی رہنمائی اور انکے افکار ہمیں خوشحالی اور ترقی کی گم کردہ منزل واپس دلا سکتے ہیں۔ قوم کا فرض ہے کہ وہ اس عظیم المرتبت انسان کا شکریہ ادا کرے اتحاد، ایمان اور نظم وضبط پر عمل پیرا ہونا اس کا بہترین طریقہ ہے۔ داخلی اور خارجی دونوں طرح کے چیلنجز سے نمٹنے کا راستہ قائداعظم کی زندگی اور طرزِ عمل میں پوشیدہ ہے۔

بانی پاکستان نے آزادی پاکستان کی پہلی سالگرہ کے موقع پر قوم کے نام اپنے پیغام میں کہا کہ ’’قدرت نے آپ کو ہر نعمت سے نوازا

ہے۔آپ کے پاس لامحدود وسائل موجود ہیں۔آپ کی ریاست کی بنیادیں مضبوطی سے رکھ دی گئی ہیں۔اب یہ آپ کا کام ہے کہ نہ صرف اِس کی تعمیر کریں بلکہ جلد از جلد اور عمدہ سے عمدہ تعمیر کریں۔آگے بڑھیے اور بڑھتے ہی جایئے''۔ضرورت اس امر کی ہے کہ قائدؒ کے ویژن کے مطابق قدرت کی جانب سے عطا کردہ لامحدود وسائل سے بہرامند ہوکر وطن عزیز کی ترقی وخوشحالی کیلئے انفرادی و اجتماعی سطح پر مخلص کاوشیں بروئے کار لائی جائیں۔آزاد وطن قائد کی انتھک محنت و جستجو کا شاندار حاصل اور رب عظیم کی عطا ہے۔آیئے! آزادی کی قدر کریں اور بانی پاکستان کے سنہری اصولوں پر عمل پیرا ہوا کر سبز ہلالی پرچم کو دنیا کے ہر میدان میں بلند تر کرتے چلیں جائیں۔

یوں دی ہمیں آزادی کہ دنیا ہوئی حیران
اے قائد اعظم تیرا احسان ہے احسان

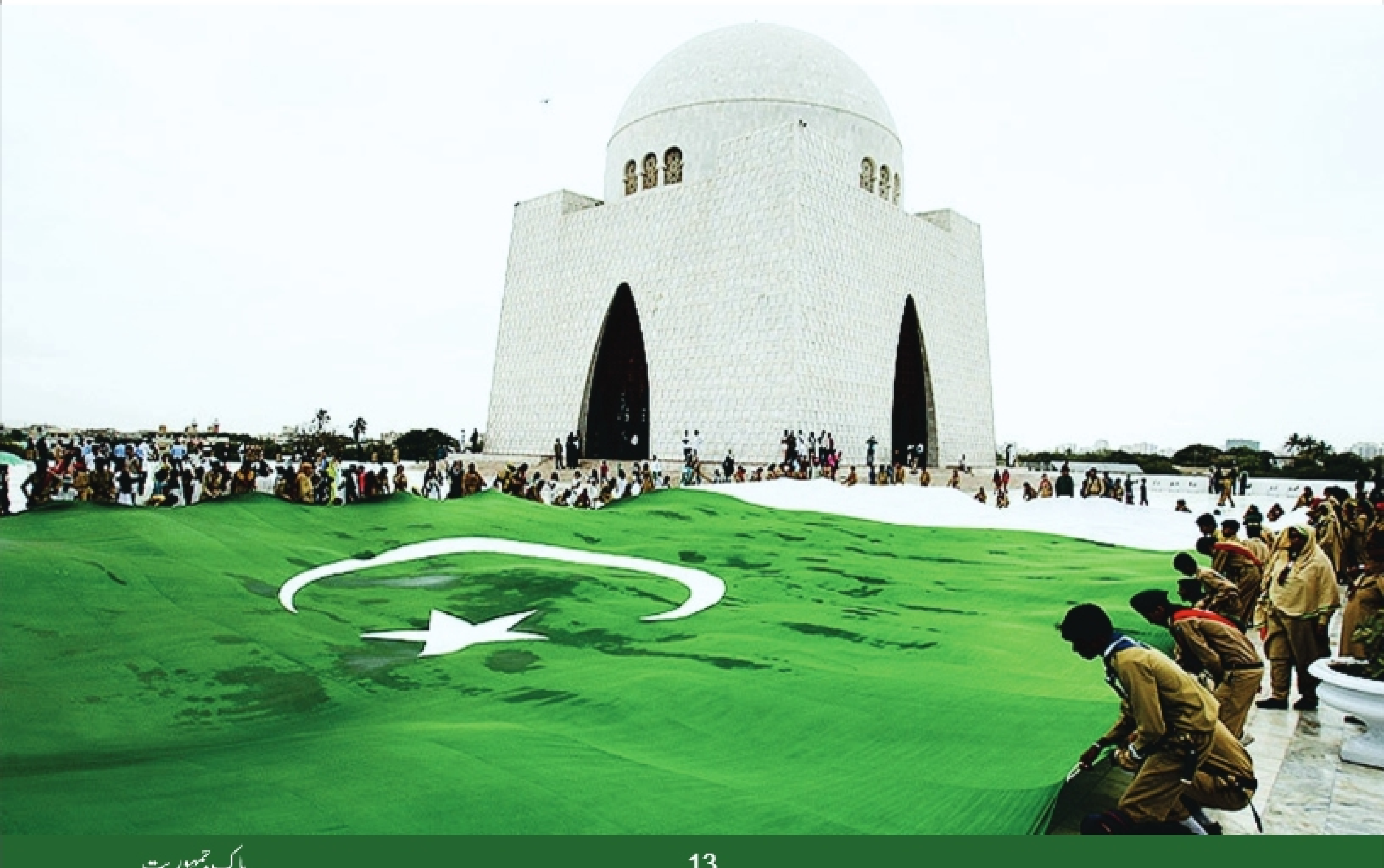

پاکستان میں حالیہ دہشت گردی کی لہر

کنول افتخار
(مصنفہ ایک ممتاز صحافی اور کالم نگار ہیں اور اخبار میں کالم لکھتی ہیں)

پاکستان ایک نازک موڑ پر کھڑا ہے، جہاں دہشت گردی نے ایک بار پھر سر اٹھایا ہے۔ حالیہ دنوں میں دو بڑے دہشت گردانہ حملوں نے نہ صرف انسانی جانوں کا خون بہایا بلکہ ہمارے قومی دفاع، خطے کی سکیورٹی اور افغانستان کے ساتھ تعلقات پر بھی گہرے سوالیہ نشان لگا دیے ہیں۔ اسلام آباد اور وانا میں ہونے والے یہ حملے اس بات کا ثبوت ہیں کہ دہشت گردی کا خطرہ اب صرف سرحدی علاقوں تک محدود نہیں رہا بلکہ ہمارے دارالحکومت کی گلیوں، عدالتوں اور معصوم طالب علموں کے کیڈٹ کالج تک پہنچ چکا ہے۔ ایسے حالات میں افغانستان کی حکومت کی ذمہ داری ہے کہ وہ دہشت گردوں کے خلاف مؤثر اور ٹھوس اقدامات کرے، کیونکہ سرحد پار سے حمایت یافتہ دہشت گردی ہمارے لیے سنگین خطرہ ہے۔ 11 نومبر 2025 کو اسلام آباد کے سیکٹر جی-11 میں ضلعی عدالت کے باہر خودکش بم حملہ ہوا۔ حکام کے مطابق حملہ آور عدالت میں داخل ہونے کی کوشش کر رہا تھا، مگر سخت سکیورٹی کے باعث اندر داخل نہ ہو سکا اور پولیس وین کے قریب اپنے بم سے خود کو دھماکے میں اڑا لیا۔ یہ واقعہ دوپہر اس وقت پیش آیا، جب عدالت میں وکلاء، فریقین اور پولیس اہلکار موجود تھے۔ اس حملے میں 12 افراد شہید اور کم از کم 36 زخمی ہوئے۔ وزیر داخلہ محسن نقوی کے مطابق خودکش بمبار نے کار کو نشانہ بنایا جب اندر جانے کا راستہ نہ مل سکا۔ فوراً بعد سکیورٹی فورسز نے علاقے کو گھیر لیا، امدادی ٹیمیں پہنچی اور زخمیوں کو اسپتال منتقل کیا گیا۔ حکومت اور ریاستی حکام نے اس واقعے کی بھرپور مذمت کی، جبکہ وزیرِ اعظم نے معصوم شہریوں کی ہلاکت پر افسوس کا اظہار کیا اور تحقیقات کا حکم دیا۔

وزیر دفاع خواجہ محمد آصف نے اسے "جنگ" قرار دیتے ہوئے کہا کہ دہشت گردی کی جنگ اب صرف سرحدی علاقوں کی بات نہیں رہی بلکہ امن کے قلب پر حملہ ہے۔ یہ حملہ محض ایک دہشت گردانہ عمل نہیں تھا بلکہ ایک واضح پیغام تھا، طاقتور انتہا پسند تنظیموں کی آمریت کا اور پاکستان میں ایک ایسے ایجنڈے کا جو خوف اور تشدد کے ذریعے اپنی مرضی منوانا چاہتا ہے۔ یہاں ایک اور نکتہ قابلِ غور ہے کہ حکومت پاکستان نے افغانستان کی طالبان انتظامیہ پر الزام لگایا کہ وہ پاکستانی طالبان کو پناہ دے رہی ہے اور ان کی سرپرستی کر رہی ہے۔ وزیر دفاع نے کہا کہ اسلام آباد میں یہ حملہ افغانستان سے جاری دہشت گردی کی واضح علامت ہے اور یہ ایک پیغام کے طور پر بھیجا گیا کہ افغانستان میں موجود شدت پسند پاکستان میں تشدد کو بڑھاوا دے رہے ہیں۔ اسی طرح وانا کیڈٹ کالج، جو جنوبی وزیرستان میں واقع ہے، حال ہی میں ایک سنگین دہشت گردانہ واقعہ کا شکار ہوا۔ سیکیورٹی ذرائع کے مطابق یہ حملہ مقامی دہشت گردوں تک محدود نہیں تھا بلکہ افغانستان میں موجود دہشت گرد قیادت کی منصوبہ بندی کے تحت انجام دیا گیا۔ حملہ آور افغانی شہری تھے اور انہوں نے افغانستان میں موجود دہشت گرد قیادت سے ہدایات حاصل کیں۔ ان پر بیرون ملک سے لائے گئے آلات فراہم

پاکستانی طالبان کی ایک شاخ، جماعت الاحرار، نے اس حملے کی ذمہ داری قبول کی۔ ان کا کہنا تھا کہ وہ ججوں، وکلاء اور سرکاری اہلکاروں کو نشانہ بنا رہے ہیں جو "غیر اسلامی قوانین" نافذ کرتے ہیں اور ایسے حملے اس وقت تک جاری رہیں گے، جب تک ان کا مطالبہ شریعت کے نفاذ کا پورا نہیں ہوگا۔

کیے گئے اوران کا نیٹ ورک بھی افغانستان سے منظم تھا۔ کالعدم گروہ فتنہ الخوارج کی قیادت افغانستان میں سرگرم تھی اوراس نے حملے کی منصوبہ بندی کی۔ کالج میں موجود طلبہ اور اساتذہ کو سکیورٹی فورسز نے 14 گھنٹے کے آپریشن کے بعد محفوظ طریقے سے ریسکیو کیا، لیکن آپریشن کے دوران دو اہلکار شہید اور چار دہشت گرد ہلاک ہوئے۔

یہ واقعہ اس بات کا ثبوت ہے کہ دہشت گردانہ کارروائیاں اب سرحد پار کی حمایت کے بغیر نہیں ہوسکتیں۔ یہ دونوں حملے یہ واضح کرتے ہیں کہ دہشت گردی صرف سرحدی علاقوں یا دور دراز علاقوں کا مسئلہ نہیں رہی بلکہ اب یہ ہمارے مستقبل اور معاشرتی ڈھانچے کو بھی نشانہ بنا رہی ہے۔ یہ چیلنج ہمیں یہ سبق دیتا ہے کہ اگر ہم امن اور استحکام چاہتے ہیں تو ہمیں نہ صرف داخلی طور پر بلکہ خطے اور بین الاقوامی سطح پر مضبوط اور مؤثر حکمت عملی اپنانے کی ضرورت ہے۔ پاکستان کا افغانستان کی طالبان حکومت سے دہشت گرد تنظیموں کے خلاف ٹھوس اقدامات کرنے کا ایک حقیقت پر مبنی مطالبہ ہے۔ صرف زبانی مذمت کافی نہیں بلکہ عملی اقدامات کی ضرورت ہے، دہشت گردوں کے ٹھکانے بند کیے جائیں، ان کی سپلائی چین کو منقطع کیا جائے اور جو افراد افغانستان میں ان کارروائیوں کی منصوبہ بندی اور مالی معاونت کر رہے ہیں، ان کے خلاف قانونی اور بین الاقوامی دباؤ بڑھایا جائے۔

دوسرا بین الاقوامی برادری، خصوصاً اقوام متحدہ اور علاقائی طاقتیں اس مسئلے کو نظر انداز نہ کریں۔ پاکستان اور افغانستان کے درمیان سرحدی

سکیورٹی اور انٹیلی جنس اشتراک کو فوراً مضبوط کرنے کی ضرورت ہے تا کہ مشترکہ آپریشنز اور دہشت گرد نیٹ ورک کی شناخت و خاتمے کے اقدامات ممکن ہوسکیں۔

تیسرا پاکستان کو اپنی داخلی سکیورٹی ڈھانچے اور قانونی فریم ورک پر نظرثانی کرنا ہوگی۔ دہشت گردی کے خلاف قانون سازی کو مزید مضبوط کرنا، پابندی شدہ تنظیموں کی نگرانی کو بڑھانا اور دہشت گردی کے مالی وسائل روکنے کے لیے مالیاتی نظام میں شفافیت لانا انتہائی ضروری ہے۔ ساتھ ہی نوجوانوں میں شعور اجاگر کرنا اور انہیں ایسے مواقع فراہم کرنا ضروری ہے کہ وہ انتہاپسندی اور دہشت گردی کی راہوں سے دور رہ سکیں۔

چوتھا اور اہم نکتہ یہ ہے کہ پاکستان کو سفارتی سطح پر واضح اور بلا کمپرومائز موقف اختیار کرنا چاہیے۔ یہ موقف صرف الزام تراشی پر مبنی نہ ہو بلکہ حقائق پر مبنی ہو۔ افغانستان پر دباؤ کے ساتھ ساتھ یہ واضح ہونا چاہیے کہ پاکستان اپنے دفاع اور تحفظ کے لیے اقدامات کرنے کا حق رکھتا ہے اور امن کے خواہاں ہونے کے باوجود وہ دہشت گردانہ حملوں کے سامنے خاموش نہیں رہے گا۔ آخرکار یہ بات واضح ہونی چاہیے کہ دہشت گرد پاکستان میں نہ صرف شہریوں کو نشانہ بنا رہے ہیں بلکہ ہمارے آئینی اور عدالتی نظام پر حملہ کر رہے ہیں، سکیورٹی فورسز کو چیلنج کر رہے ہیں اور ایک ایسے نظریے کو فروغ دے رہے ہیں جو تشدد اور نفرت پر مبنی ہے۔

یہ لمحہ فکریہ ہے کہ غم منانے کے بجائے سوچ سمجھ کر اور فوری اقدامات کیے جائیں۔ ہم ایک ایسا معاشرہ چاہتے ہیں جہاں عدالتیں محفوظ ہوں، طلبہ اپنا مستقبل خوف کے بغیر بنا سکیں اور دارالحکومت کی گلیاں دہشت کی گونج سے آزاد ہوں۔ یہ ذمہ داری صرف پاکستانی ریاست کی نہیں بلکہ خطے اور بین الاقوامی برادری کی بھی ہے کہ وہ اس خطرناک صورتحال کو سنجیدگی سے لے اور مشترکہ حکمت عملی کے ذریعے اس کا مؤثر جواب دے۔ تشدد کی مذمت، مضبوط سکیورٹی اقدامات اور سفارتی دباؤ ہی پاکستان اور خطے کو امن کی راہ پر گامزن کر سکتے ہیں۔

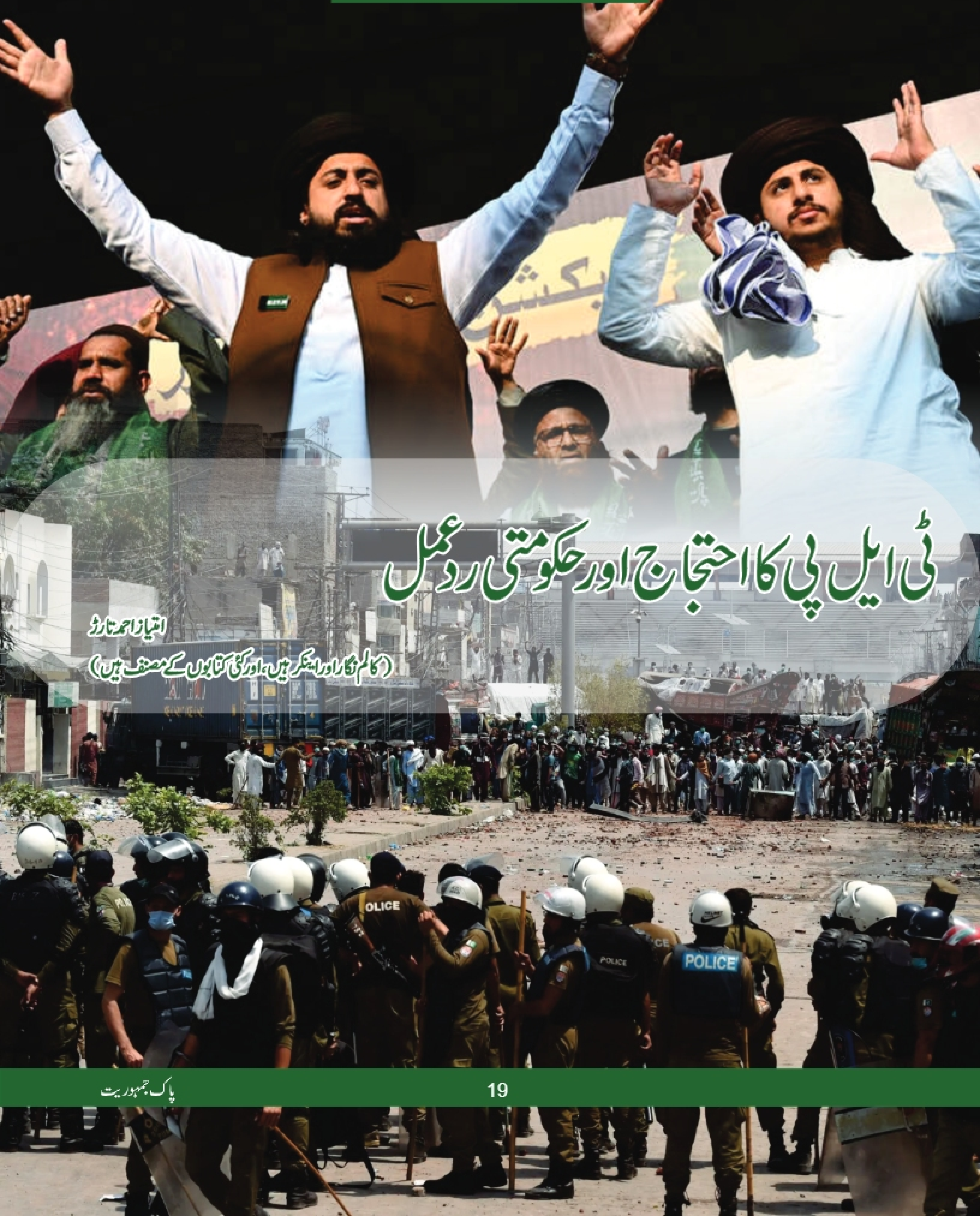

ٹی ایل پی کا احتجاج اور حکومتی ردعمل

امتیاز احمد تارڑ
(کالم نگار اور اینکر ہیں، اور کئی کتابوں کے مصنف ہیں)

پاکستان میں مذہبی جماعتیں ہمیشہ سے سیاست میں ایک اہم کردار ادا کرتی رہی ہیں، ان میں سے بعض اپنی احتجاجی طاقت کے لیے جانے جاتی ہیں۔ حال ہی میں سخت گیر مذہبی جماعت تحریک لبیک پاکستان (ٹی ایل پی) کے احتجاج نے ملک کے سیاسی اور سماجی منظرنامے پر ایک بار پھر گہرا اثر ڈالا ہے۔ وفاقی حکومت نے پنجاب کی سفارش پر ٹی ایل پی کو ملک میں ممنوع قرار دیا، جس کے بعد احتجاج کے دوران پولیس اور مظاہرین کے درمیان جھڑپیں ہوئیں اور متعدد افراد زخمی ہوئے۔ یہ واقعہ نہ صرف ملک کی سیاسی صورتحال بلکہ معاشرتی امن کے لیے بھی ایک بڑا چیلنج بن گیا ہے۔

حکومت کی طرف سے ٹی ایل پی پر پابندی لگانا ایک ایسا اقدام تھا جس کا مقصد ملک میں امن قائم رکھنا اور قانون کی بالادستی کو یقینی بنانا ہے۔ پابندی کے بعد یہ واضح ہوا کہ ریاست ایسے عناصر کے آگے نہیں جھکتی جو اپنے سیاسی یا مذہبی مقاصد کے لیے معاشرتی عدم استحکام پیدا کریں۔ پابندی کے نفاذ سے ایک طرف ملک میں فوری طور پر تشدد کم ہوا، تو دوسری طرف جماعت کے حامی ممکنہ طور پر مزید احتجاج یا غیر قانونی سرگرمیوں کی طرف جا سکتے ہیں۔

یہ حکومت کے لیے ایک ایسا چیلنج ہے، جس کا حل صرف کریک ڈاؤن یا پابندی نہیں بلکہ طویل مدتی پالیسی سازی میں پوشیدہ

ہے۔ٹی ایل پی کے احتجاج اور اس کی وجہ کو سمجھنا بھی ضروری ہے۔اس جماعت کے مطالبات عام طور پر مذہبی اصولوں یا مخصوص قانونی معاملات سے جڑے ہوتے ہیں۔مگر اس کی احتجاجی کارروائیوں میں پر تشدد اور غیر قانونی اقدامات شامل ہونا ایک خطرناک رجحان ہے۔ یہ

ٹی ایل پی ایک ایسی جماعت ہے جو مذہبی جذبات کو بنیاد بنا کر اپنے مطالبات منوانے کی کوشش کرتی ہے۔ اس جماعت کی طاقت اس کے ووٹر بیس میں نہیں بلکہ سڑکوں پر احتجاج کی شکل میں دکھائی دیتی ہے۔اس جماعت کے احتجاج اکثر پرتشدد مظاہروں میں بدل جاتے ہیں، جس سے عام شہری متاثر ہوتے ہیں، تجارتی سرگرمیاں رک جاتی ہیں اور معاشرتی زندگی متاثر ہوتی ہے۔ موجودہ احتجاج نے بھی یہی صورتحال پیش کی، جہاں نہ صرف سیکیورٹی فورسز بلکہ عام شہری بھی جھڑپوں کا شکار ہوئے۔

رجحان صرف ملک کے امن وامان کو متاثر نہیں کرتا بلکہ نوجوان نسل پر بھی اثر انداز ہوتا ہے، جو اس قسم کے احتجاج کو بطور مثال دیکھ کر اپنی سیاسی یا مذہبی شناخت کے اظہار کے لیے غیر قانونی راستے اختیار کر سکتے ہیں۔حکومتی ردعمل بھی اہمیت کا حامل ہے۔ پابندی لگانے کے بعد حکومت نے واضح کیا کہ وہ عوامی سلامتی اور قانون کی بالادستی کو مقدم رکھتی ہے۔ایسے اقدامات یہ پیغام دیتے ہیں کہ کوئی جماعت چاہے مذہبی بنیادوں پر ہو یا سیاسی، قانون کی خلاف ورزی کے نتیجے میں محفوظ نہیں رہے گی۔ تاہم پابندی کے بعد ممکنہ ردعمل کے لیے حکومت کو تیار رہنا ہوگا، کیونکہ ممنوعہ جماعت کے حامی ممکنہ طور

پر مزید احتجاج یا دھرنے دے سکتے ہیں۔ اس لیے حکومت کو سکیورٹی فورسز، کمیونٹی انگیجمنٹ اور قانونی کارروائیوں کے امتزاج کے ساتھ کام کرنا ہوگا۔

سماجی سطح پر بھی اس واقعے کے اثرات دیکھنے کو ملتے ہیں۔ مزید یہ کہ ٹی ایل پی کے احتجاجات کا اثر تعلیمی اداروں، کاروباری شعبے اور روزمرہ زندگی پر بھی پڑتا ہے۔ مظاہروں کے دوران سڑکیں بند ہو جاتی ہیں، تجارتی سرگرمیاں رک جاتی ہیں، اور شہری زندگی متاثر ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ، پولیس اور سیکیورٹی فورسز پر بھی دباؤ بڑھ جاتا ہے، جس سے ان کی استعداد اور وسائل محدود ہو جاتے ہیں۔ یہ تمام عوامل مل کر ملک کی مجموعی ترقی اور معاشرتی استحکام پر منفی اثر ڈال سکتے ہیں۔ حکومتی اقدامات میں صرف پابندی لگانا کافی نہیں ہے۔ طویل مدتی حکمت عملی کی ضرورت ہے، جس میں معاشرتی تعلیم، نوجوانوں کی تربیت، اور کمیونٹی انگیجمنٹ شامل ہو۔ حکومت کو چاہیے کہ وہ نوجوانوں میں قانونی شعور پیدا کرے اور انہیں یہ سمجھائے کہ احتجاج جائز ہے مگر پرامن اور قانونی ہونا چاہیے۔ مذہبی اور سیاسی جماعتوں کو بھی چاہیے کہ وہ اپنے مطالبات کے لیے قانونی اور پرامن ذرائع اختیار کریں، تاکہ ملک میں امن قائم رہے۔ ٹی ایل پی کے احتجاج اور اس پر حکومتی ردعمل نے یہ بھی واضح کر دیا کہ پاکستان میں مذہبی اور سیاسی جماعتیں اپنی طاقت کو سڑکوں پر مظاہروں کے ذریعے بڑھانے کی کوشش کرتی ہیں۔ یہ ایک خطرناک رجحان ہے، کیونکہ اس سے ملک میں معاشرتی ہم آہنگی متاثر ہوتی ہے اور نوجوان نسل پر منفی اثر پڑتا ہے۔

حکومت کو چاہیے کہ وہ ایسے عناصر کے خلاف سخت کارروائی کرے اور ساتھ ہی معاشرتی تعلیم اور شعور بھی بڑھائے۔ ایک اور اہم پہلو میڈیا کا کردار ہے۔ میڈیا کو چاہیے کہ وہ ایسے واقعات کی رپورٹنگ میں توازن قائم رکھے اور پرتشدد واقعات کو بڑھا چڑھا کر نہ پیش کرے۔ میڈیا کے ذریعے عوام میں شعور پیدا کیا جاسکتا ہے اور انہیں قانونی اور پرامن احتجاج کی اہمیت سے آگاہ کیا جاسکتا ہے۔ ٹی ایل پی کے احتجاج اور حکومتی ردعمل کے پس منظر میں ایک سبق یہ بھی ہے کہ قانون کی بالادستی ہر شہری کے لیے ضروری ہے۔ کوئی بھی جماعت یا فرد قانون کے اوپر نہیں ہوسکتا۔ حکومت کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ قانون کی خلاف ورزی کرنے والوں کے خلاف سخت اقدامات کرے، تاکہ ملک میں امن قائم رہے۔

پاکستان میں مذہبی جماعتیں عوامی جذبات کو شدت سے متاثر کرتی ہیں، اور ٹی ایل پی کے احتجاج نے ایک بار پھر یہ ثابت کیا کہ مذہبی مطالبات کو سیاسی اور سماجی سطح پر کیسے پروان چڑھایا جاسکتا ہے۔ عوامی ردعمل میں بھی یہ دیکھا گیا کہ کچھ شہری جماعت کے مطالبات سے اتفاق رکھتے ہیں، جبکہ دیگر شہری احتجاج کے پرتشدد پہلو پر تنقید کر رہے ہیں۔ یہ معاشرتی تقسیم حکومت کے لیے ایک چیلنج ہے، جسے کم کرنا اور عوام میں ہم آہنگی پیدا کرنا ضروری ہے۔

ٹی ایل پی کے احتجاج نے پاکستان کے لیے ایک اہم چیلنج کھڑا کر دیا ہے۔ حکومت، عوام اور میڈیا سب کو چاہیے کہ وہ مل کر پرامن، قانونی اور تعمیری راستے اختیار کریں۔ مذہبی اور سیاسی مطالبات کو پرامن اور قانونی دائرے میں رکھنا نہ صرف ملک کے استحکام کے لیے ضروری ہے بلکہ نوجوان نسل کے مستقبل کے لیے بھی اہم ہے۔ ٹی ایل پی کے احتجاج اور حکومتی ردعمل نے ایک بار پھر یہ واضح کر دیا ہے کہ پرامن احتجاج جائز ہے، لیکن قانون کی خلاف ورزی اور پرتشدد اقدامات کو برداشت نہیں کیا جاسکتا۔ مستقبل میں ضروری ہے کہ تمام جماعتیں قانونی دائرے میں رہ کر اپنے مطالبات پیش کریں اور معاشرتی ہم آہنگی کو نقصان نہ پہنچائیں۔

ستائیسویں آئینی ترمیم کا حقیقی مفہوم

اُمِ ایمن

(مصنفہ مضمون نگار، خصوصی و بین الاقوامی امور سے متعلق موضوعات پر لکھتی ہیں)

ہرقوم کے آئینی سفر میں ایک ایسا موڑ ضرور آتا ہے جب اصلاح کسی مفاد کے تحت نہیں بلکہ اداراجاتی ریفارمز کے تحت عمل میں آتی ہے، اور اسکا مقصد بدلتے حالات کے پیش نظر ایک خالصتاً بہتری ہوتی ہے۔ معروضی حالات اس بات کے متقاضی ہیں کہ ایک مضبوط ریاست اور مؤثر نظام کی عملداری کیلئے مختلف شعبوں میں آئین کی روح کے مطابق اصلاحات لائی جائیں۔ پاکستان بظاہر اسی مرحلے پر پہنچ چکا ہے۔ ستائیسویں آئینی ترمیم کے گرد گھومتی بحث اس وقت مفروضوں اور ابہام کا شکار نظر آتی ہے۔ تجزیہ نگار مختلف آراء کے ساتھ اس پہ جاری بحث کو اپنے مخصوص زاویوں سے پیش کر رہے ہیں جس سے اس کی اصل روح اور اس کے پس پشت مقاصد دھندلے دکھائی دیتے ہیں۔ ماضی کی بیشتر ترامیم وقتی سیاسی ضرورت یا کسی ردِعمل پر مبنی ہوتی تھیں، مگر یہ مجوزہ ترمیم سنجیدگی اور تدبر کی مظہر دکھائی دیتی ہے۔ یہ اس شعور کی علامت ہے کہ پاکستان کے آئینی ارتقاء کو اب نئے ادارے بنانے کے بجائے موجودہ نظام کو مضبوط، مربوط اور مؤثر بنانا ہے۔

جرمنی، جنوبی افریقہ، اٹلی اور فرانس جیسے ممالک میں ایسی عدالتیں جمہوری توازن کی محافظ کے طور پر کام کر رہی ہیں۔ پاکستان میں اپیل اور آئینی دائرہ اختیار کو الگ کرنا عدالتی ڈھانچے میں وضاحت اور کارکردگی دونوں کو بہتر بنا سکتا ہے۔

تاہم کسی بھی اصلاح کی کامیابی اس کے اعلان میں نہیں بلکہ اس کے نفاذ میں پوشیدہ ہے۔ آئینی عدالت اگر شفافیت، اتفاقِ رائے اور اختیارات کی علیحدگی کے اصول کے تحت قائم کی جائے تو یہ عدل کی ایک مضبوط علامت بن سکتی ہے؛ لیکن اگر یہ سیاسی مقاصد کے تابع ہوگئی تو

تنازع کا ایک نیا محور بن جائے گی۔ پارلیمان پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ یہ اقدام عدلیہ کی آزادی کو تقویت دے، نہ کہ انتظامیہ کے دائرہ اختیار کو وسیع کرے۔

اسی طرح ججوں کی تعیناتیوں اور مدتِ کار کو منظم کرنے کی تجویز بھی اہم ہے، جس کا مقصد عدلیہ میں شفافیت اور غیر جانب داری کو فروغ دینا ہے۔ پاکستان میں اس وقت تقریباً بیس لاکھ مقدمات زیرِ سماعت ہیں۔ اگر پوسٹنگز اور عرصہ تعیناتی کو شفاف، باقاعدہ اور میرٹ پر مبنی کیا جائے تو عدلیہ کی کارکردگی میں حقیقی بہتری ممکن ہے، تاکہ انصاف صرف کیا جائے نہیں بلکہ ہوتا ہوا دکھائی بھی دے۔

ترمیم کا دائرہ صرف عدلیہ تک محدود نہیں بلکہ الیکشن کمیشن کے تقرری کے طریقہ کار میں بھی تبدیلی کی گنجائش رکھتا ہے۔ پاکستان میں انتخابی شفافیت اکثر سیاسی تعطل کی نذر ہو جاتی ہے۔ اگر تقرری کے لیے غیر جانبدار اور وقت بند طریقہ کار طے کر دیا جائے تو جمہوریت کی ریڑھ کی ہڈی یعنی انتخابی ادارے پر اعتماد بحال کیا جا سکتا ہے۔ اسی طرح نچلی سطح پر محدود عدالتی اختیارات کی بحالی مقامی سطح پر فوری انصاف کے دروازے کھول سکتی ہے، جس سے اعلیٰ عدالتوں پر بوجھ کم ہوگا۔

اس ترمیم کا بنیادی تصور ایک آئینی عدالت کے قیام سے جڑا ہے۔ ایک ایسا قدم جو انتظامی طور پر نہ صرف ناگزیر ہو چکا ہے بلکہ عصری تقاضوں کی وجہ سے اہم بھی ہے۔ سپریم کورٹ پر طویل عرصے سے آئینی درخواستوں کا غیر معمولی بوجھ ہے، جس کے باعث اس کے اصل اپیل کے اختیارات متاثر ہوتے ہیں۔ اگر ایک علیحدہ آئینی عدالت تشکیل دی جائے جو صرف آئین کی تشریح اور ادارہ جاتی تنازعات کے تصفیے کی ذمہ دار ہو، تو یہ عدالتی عمل کو تیز اور غیر سیاسی بنا سکتی ہے۔

این ایف سی ایوارڈ پر نظرِ ثانی صوبائی خودمختاری کو ختم کرنا نہیں بلکہ اسے پائیدار بنانا ہے۔ موجودہ فارمولا آبادی کو مرکزی عنصر بناتا ہے، جس سے صوبوں کو ٹیکس نیٹ بڑھانے یا مالی نظم بہتر بنانے کی ترغیب نہیں ملتی۔ ایک متوازن فارمولا جو کارکردگی، ترقیاتی ضرورتوں اور غربت میں کمی کی بنیاد پر وسائل کی تقسیم کرے، وفاق کو شراکت پر مبنی نظام کی طرف لے جا سکتا ہے۔ بین الاقوامی مالیاتی فنڈ (آئی ایم ایف) بھی بارہا پاکستان کو مالیاتی انتظام ازسرِنو متوازن کرنے کا کہہ چکا ہے، جس سے ظاہر ہے کہ اب استحکام کے لیے جدت ضروری ہے، جمود نہیں۔

اسی تناظر میں یکساں قومی نصاب (SNC) کو آئینی دائرے میں تسلیم کرنے کی تجویز بھی اہم تبدیلی کی صورت رکھتی ہے۔ 18ویں ترمیم کے بعد تعلیم صوبائی معاملہ بن گئی تھی، مگر اس کے نتیجے میں تعلیمی معیار غیر متوازن اور پالیسیوں میں تضاد پیدا ہوگیا۔ ضلع تعلیمی کارکردگی اشاریے (DEPIx) 2023 کے مطابق قومی اوسط صرف 53 فیصد ہے — پنجاب 61، خیبر پختونخوا 55، سندھ 51.5 اور بلوچستان 46 پر ہے۔ مزید یہ کہ ملک بھر میں 2.6 کروڑ بچے اسکولوں سے باہر ہیں، جو صرف صوبائی ناکامی نہیں بلکہ ایک قومی المیہ ہے۔

تعلیمی پالیسی کی یہ تقسیم اعلیٰ تعلیم کے شعبے میں بھی نقصان دہ ثابت ہوئی ہے۔ صوبائی ہائر ایجوکیشن کمیشنز کے قیام نے مرکزی ایچ ای سی کے اختیارات کمزور کیے، جس کے نتیجے میں فنڈنگ بحران اور بین الاقوامی معیار میں کمی پیدا ہوئی۔ 2025 تک 80 فیصد سرکاری جامعات شدید مالی دباؤ میں ہیں۔ اس پس منظر میں یکساں قومی نصاب ایک سماجی مساوات کا ذریعہ بن کر ابھرتا ہے — تاکہ گوادر کا طالب علم وہی بنیادی علم حاصل کرے جو گوجرانوالہ کا طالب علم کر رہا ہے۔

منتقدین اکثر یکسانیت کو مرکزیت سے تعبیر کرتے ہیں، مگر وحدت کا مطلب یک رنگی نہیں۔ ایک قومی نصاب ثقافتی تنوع کو ختم نہیں کرتا بلکہ اسے ایک مشترکہ شہری فریم ورک میں پروتا ہے۔ آئین کا آرٹیکل 25-A ہر بچے کو معیاری اور مفت تعلیم کی ضمانت دیتا ہے۔ جب تعلیم کا معیار جغرافیے پر منحصر ہو جائے تو یہ آئینی وعدہ بے معنی ہو جاتا ہے۔ اس لحاظ سے یکساں قومی نصاب کوئی سیاسی مداخلت نہیں بلکہ آئینی تقاضا ہے۔

اگر اس ترمیم کو سنجیدگی سے بروئے کار لایا گیا تو یہ پاکستان کے ادارہ جاتی نظام کو تین بنیادوں پر ہم آہنگ کر سکتی ہے: عدالتی وضاحت، مالی توازن، اور تعلیمی وحدت۔ یہ اقتدار کی نئی تقسیم نہیں بلکہ نظمِ حکمرانی کی منطقی اصلاح ہے۔ ماضی کی ان ترامیم سے سبق لیتے ہوئے جو کبھی دباؤ میں اور کبھی جوش میں کی گئیں، یہ تجویز ایک بالغ آئینی شعور کی نمائندگی کرتی ہے۔ حقیقی اصلاح آئین لکھنے میں نہیں بلکہ اسے عملی روح دینے میں

ہے۔

تاہم خطرہ یہی ہے کہ ہر وہ ترمیم جو مالی اور ادارہ جاتی دائرہ اختیار کو چھوتی ہے، سیاست کی زد میں آسکتی ہے۔حکومت کو چاہیے کہ یہ عمل تمام وفاقی اکائیوں، وکلا تنظیموں، سول سوسائٹی اور ماہرینِ قانون کے مشورے سے مکمل کرے۔بغیر اتفاقِ رائے کے بہترین ترمیم بھی محض سیاسی موقع پرستی بن جاتی ہے۔پاکستان کی آئینی تاریخ یہی سبق دیتی ہے کہ جلد بازی میں کی گئی ترامیم نظام کو مستحکم کرنے کے بجائے کمزور کر دیتی ہیں۔

تاہم ستائیسویں ترمیم کی اصل معنویت اس سے بھی آگے بڑھتی ہے۔یہ پاکستان کے وفاقی اور سماجی معاہدے کی از سرِ نو تشکیل کی طرف اشارہ کرتی ہے۔نیشنل فنانس کمیشن (این ایف سی) ایوارڈ پر نظرِ ثانی کا مجوزہ عمل وفاقی مالی توازن کی از سرِ نو تنظیم کی کوشش ہے۔2009 کے تاریخی این ایف سی ایوارڈ کے بعد صوبوں کا حصہ نمایاں طور پر بڑھا، مگر پندرہ برس بعد مالی حقائق اس تصویر کو پیچیدہ بنا دیتے ہیں۔صوبوں کو منتقلیاں 600 ارب روپے سے بڑھ کر 8200 ارب روپے سالانہ تک جا پہنچی ہیں، لیکن صوبائی محصولات میں اضافہ بمشکل 70 تا 80 فیصد ہوا ہے۔وفاق قرضوں اور خساروں کے بوجھ تلے دب چکا ہے۔

اگر بالغ سیاسی تدبر کے ساتھ پیش قدمی کی جائے تو ستائیسویں آئینی ترمیم پاکستان کے آئینی ارتقاء کا سنگِ میل بن سکتی ہے——ایک ایسی اصلاح جو استحکام پر مبنی ہو، انتشار پر نہیں۔ شفاف انتخابی تقرریاں جمہوریت کو مضبوط کریں گی، آئینی عدالت قانون کی بالادستی کو تحفظ دے گی، متوازن این ایف سی وفاق کو پائیدار بنائے گا، اور قومی نصاب طبقاتی خلیج کو پاٹ دے گا۔یہ سب مل کر پاکستان کے آئینی، مالی اور سماجی توازن کی نئی تصویر پیش کر سکتے ہیں۔

آئینی اصلاح کا مقصد اقتدار نہیں بلکہ مقصدیت ہے۔ستائیسویں ترمیم کا اصل مفہوم یہی ہے——ایسا آئینی نظام تشکیل دینا جو زیادہ جوابدہ، منصفانہ اور متوازن ہو۔جب اصلاح اتفاقِ رائے اور حکمت پر مبنی ہو، تو وہ صرف قانون نہیں بلکہ ایک زندہ آئینی نظم میں ڈھل جاتی ہے۔اگر یہ لمحہ دانش مندی سے برتا گیا، تو یہ ترمیم محض قانونی پیش رفت نہیں بلکہ ایک نسل پر اثر ڈالنے والا قدم ثابت ہو سکتی ہے۔

ستائیسویں آئینی ترمیم کا حقیقی مفہوم اس کی دفعات میں نہیں بلکہ اس کے عزم میں پوشیدہ ہے——نظام کو بگاڑے بغیر بہتر بنانا، اختیارات میں توازن لانا، اور وفاق کو مضبوط رکھتے ہوئے اس کی روح کو برقرار رکھے جانے میں ہی کامیابی مضمر ہے۔

بنیان مرصوص کے بعد دشمن کی خفیہ یلغار

ناصر نقوی

(مصنف سینئر جرنلسٹ اور کالم نویس ہیں)

پاکستان کی سیاسی اور عسکری قیادت نے حتمی فیصلہ کرلیا کہ چاہے حالات کچھ بھی ہوں دہشت گردی اور پاکستان ایک ساتھ نہیں چل سکتے کیونکہ پاکستان نے ان پوشیدہ دشمنوں سے ناقابل تلافی نقصان اٹھایا لیکن کبھی اس نے جارحانہ رویہ نہیں رکھا۔ پھر بھی لمحہ موجود میں دہشت گردی اور دہشت گردوں نے اس قدر ادھم مچادی کہ مشاورت .سے ذمہ داروں نے فائنل راؤنڈ کا فیصلہ کرلیا اب اس مسئلے پر دورائے نہیں، پاکستان کا امن ہر قیمت پر بحال کیا جائے گا ازلی دشمن بھارت براہ راست دراندازی کرے یا بی۔ایل۔اے اور ٹی۔ٹی۔پی بھارت کی پراکسی وار میں ریاست میں افرتفری اور انتشار پھیلا کر مملکت کو غیر مستحکم کرنے کی کوشش کریں، دشمن کھل کر جنگ لڑے کہ چھپ کر، اسے ہر انداز میں منہ توڑ جواب دیا جائے گا۔ اور دیا گیا بھی ہے، پاک فورسز، سیاسی وعسکری قیادت اور پاکستانی قوم امن کی خاطر ہر قسم کی قربانیاں دینے کو تیار ہے۔ بھارتی حکومت سے پہلگام فالس فلیگ، ڈرامے کی بعد مزید ایسی ہی وارداتوں کی توقعات تھیں لیکن وزیر اعظم پاکستان اور سپہ سالار فیلڈ مارشل عاصم منیر کی جامع حکمت عملی سے بھارتی سازشیں عالمی سطح پر ناکام ہوئیں۔ تو بھارت نے ڈائریکٹ حملہ کرکے خطے میں اپنی طاقت کا مظاہرہ کیا لیکن وہ پاکستانی افواج کا کسی بھی سطح پر مقابلہ نہیں کرسکا۔ اس نے اپنی جان بچانے کے لیے صدر ٹرمپ سے رابطہ کرکے سیز فائر کی درخواست کی تاہم بھارتی مس فائر، سے اس کی مصنوعی طاقت اور دفاعی برتری کا خاتمہ ہوگیا۔ بھارتی اپوزیشن لیڈر راہول گاندھی بھی حکومت سے ایک سے زیادہ مرتبہ آپریشن سندور کے حوالے سے حقیقی داستان سنانے کا مطالبہ کرتے رہتے ہیں لیکن اصلی کہانی یہی ہے کہ جس غرور اور فخر میں مبتلا ہو کر

بھارت اور مودی سرکار نے پاکستان پر حملہ کیا تھا وہ پاک فورسز نے خاک میں ملا کر انہیں منہ چھپانے پر مجبور کر دیا۔ اسی وجہ سے آج تک محض دعووں کے کوئی بھارتی سرکاری ذمہ دارانہ بیان منظر عام پر نہیں آسکا۔ دوسری جانب پاکستان نے اپنے سے بڑے ملک اور بڑی فوج کو سبق سکھا دیا اس کے ردعمل میں پاک بھارت مذاکرات نہ شروع ہوسکے اور نہ ہی سیز فائر ختم ہوسکا کیونکہ بھارتی انکار کے باوجود اس جنگ بندی کے ضامن صدر ٹرمپ ہی ہیں۔ پاکستان امن پسند ملک ہونے کے باعث کسی قسم کے جارحانہ عزائم نہیں رکھتا وہ اپنے اصولوں کے مطابق بین الاقوامی معاہدوں کے احترام کا قائل ہے اسی لیے اس نے ہر سطح پر اس بات کا اقرار کیا کہ صدر ٹرمپ نے دو ایٹمی طاقتوں کے درمیان جنگ بندی کرائی جس سے دو ممالک ہی نہیں، خطے اور عالمی دنیا میں مثبت پیغام گیا۔ بھارت اور مودی سرکار کی دوغلی پالیسی کے تحت پاکستان میں بھارتی پراکسی وار کے سہولت کاروں نے زور پکڑ لیا بی۔ ایل۔ اے اور ٹی۔ ٹی۔ پی نے دہشت گردی کی وارداتوں میں اضافہ کر دیا بلوچستان اور کے۔ پی۔ کے اپنی علاقائی اور جغرافیائی صورتحال کے باعث آسان ٹارگٹ سمجھے گئے اور وہاں آگ وخون کی ہولی کھیلی گئی، فورسز اور شہریوں کی زندگیوں کو نشانہ بنایا گیا پاکستان کی سیاسی اور عسکری قیادت نے مشاورت سے حکمت عملی تیار کر کے اپنے چھپے دشمنوں اور ان کے سہولت کاروں کو سخت وارننگ دیتے ہوئے جہنم واصل کیا۔ فورسز کی کامیابی اور عوامی صبر و استقامت کے سامنے دشمن ناکام ہوا تو اس نے پاکستان کو کمزور کرنے کے لیے افغانستان حکومت سے ایک بار پھر ہاتھ ملا کر اس کی سرزمین سے دہشت گردی شروع کر دی۔ پاکستان نے اپنا مقدمہ شواہد کے ساتھ لڑنے اور افغان حکومت کو اپنی سرزمین استعمال نہ کرنے کی تاکید کی لیکن حالات ناقابل کنٹرول ہوئے تو فورسز نے مجبوراً خفیہ معلومات پر افغانستان میں گھس کر سبق سکھانے کی کوشش کی۔ پھر بھی افغان وزیر خارجہ امیر خان متقی بھارتی سہولت کاری کے لیے دہلی پہنچ گئے اور وہاں سے بلند بانگ دعوے ہی نہیں ایک دفاعی معاہدہ بھی کر لیا۔ اس دوران بھارتی پراکسی میں بلوچستان، خیبر پختونخوا میں دہشت گردی کی وارداتیں بند نہیں ہوئیں۔ پاک فورسز نے بہادری سے مقابلہ کر کے فتنہ الخوارج اور فتنہ الہندوستان کی زبردست سرکوبی کی لیکن ازلی دشمن بھارت باز نہیں آیا افغانستان نے بھی بھارت کی ایماء پر غیر ذمہ دارانہ رویہ اختیار کرتے ہوئے سرحد پر جنگی ماحول بنا دیا، پاکستان نے عبرتناک جوابی کاروائی کی تو برادر ملک ترکیہ اور قطر نے اپنے مثبت کردار سے حالات بہتر بنانے کی کوشش کی، دوحا قطر اور استنبول میں پاک افغان مذاکرات کے ادوار بھی ہوئے لیکن ناکام، صرف اس لیے رہے

> دنیا پاکستان کی حقیقی قوت کو تسلیم کر چکی ہے اس لیے کہ پاکستان کی فورسز نے سپہ سالار فیلڈ مارشل عاصم منیر کی قیادت میں دنیا کو حیران کر دیا۔ پاک فضائیہ اور سائبر جدید ٹیکنالوجی کے استعمال سے بھارتی رافیل گرا کر ایک ایسا کارنامہ انجام دیا جس کی ماضی میں کوئی مثال نہیں ملتی، امریکی صدر ٹرمپ نے پاکستان کی صلاحیتوں کو تسلیم کرتے ہوئے عاصم منیر کو اپنا پسندیدہ ترین فیلڈ مارشل قرار دیا اور جب سے اب تک متعدد بار رافیل کے گرانے اور فتح یابی کا اس قدر تذکرہ کر چکے ہیں کہ بھارتی میڈیا نے ایسے بیانات کو مودی جی کی چھیڑ بنا لیا۔

کہ بھارت کسی بھی صورت افغانستان سے دور نہیں رہنا چاہتا۔اس نے ماضی میں بھی حامد کرزئی اور اشرف غنی کی حکومتوں میں پاکستان کے خلاف صف بندی کے لیے وہاں خطیر سرمایہ کاری کی تھی اور مختلف علاقوں میں سفارت خانوں کے نام پر دہشت گردی کی تربیت کے لیے مراکز بنائے تھے لیکن طالبان حکومت میں اسے یہ سب کچھ چھوڑ کر بھاگنا پڑا تھا۔پاکستان جرائم اور دہشت گردی کی وارداتوں میں ملوث پائے جانے والے افغان پناہ گیزوں کو وطن واپسی بھیجنے کا منصوبہ پہلے ہی بنا چکا تھا اس طرح لاکھوں افغانیوں کو واپس بھیجا گیا۔اب بھی 11۔ہزار سے زائد

افغانیوں کو بے دخل کر دیا گیا ہے افغانیوں کی اکثریت واپس نہیں جانا چاہتی لیکن مملکت کے اصولی فیصلے پر یہ سب کچھ ممکن اس لیے بنایا جا رہا ہے کہ برسوں کی مہمان نوازی اور سہولت کاری کے باوجود افغانیوں نے پاکستان کو نقصان پہنچا کر محسن کشی کی ہے۔ایک رپورٹ کے مطابق طالبان حکومت ماضی کی طرح اس وقت بھی داخلی انتشار اور بڑھتی ہوئی مزاحمتی کاروائیوں کے باعث غیر مستحکم صورتحال سے دوچار ہے۔شمالی اتحادی نہیں،35 سے زائد افغان رہنماؤں نے اپنے اپنے مزاحمتی گروپ بنا رکھے ہیں اس طرح صوبوں میں حملوں اور وارداتوں میں بھی اضافہ ہوا ہے جس سے طالبان حکومت کی گرفت کمزور پڑ رہی ہے یہ بھی اطلاع ہے کہ حکومت میں شدید اختلافات بھی جنم لے چکے ہیں بلکہ یہ بھی کہا جا رہا ہے کہ مختلف دھڑوں کے درمیان اقتدار اور اثر ورسوخ کی کشمکش بڑھ گئی ہے جس نے طالبان افغانستان کی صفوں میں بے چینی پیدا کر دی ہے جنوبی اور شمالی افغانستان میں نہ صرف فیصلوں پر اختلاف پایا جاتا ہے بلکہ مالی حوالے سے بھی الزامات کا بازار گرم ہے۔اسی وجہ سے مزاحمتی گروہ

کو دوبارہ منظم اور حملہ آور ہونے کے مواقع مل رہے ہیں اس طرح افغانستان کو داخلی اور خارجی شدید دباؤ کا سامنا ہے۔ پاکستان کا یہ مطالبہ تواتر سے جاری ہے کہ افغانستان دہشت گردوں کے خلاف موثر کاروائی کرے کیونکہ افغان سرزمین پاکستان کے خلاف استعمال کی جارہی ہے لیکن افغان حکومت کی کمزور پالیسی بلکہ دوغلی پالیسی دونوں ممالک میں تناؤ بڑھا رہی ہے اس وقت دنیا ایک مستحکم افغانستان کی خواہش مند ہے لیکن افغانستان کے حالات اور بھارتی مداخلت کے باعث طالبان حکومت کا وجود خطرے میں پڑتا دکھائی دے رہا ہے۔ اگر طالبان حکومت نے اپنے معاملات میں بہتری کی بجائے طاقت کے ذریعے حکمرانی کا خواب دیکھا تو افغانستان ایک مرتبہ پھر خانہ جنگی میں پھنس جائے گا اور یہ لمحوں کی کوتاہی برسوں افغانیوں کو بھگتنی پڑے گی۔

پاکستان برادر اسلامی ملک افغانستان سے صرف ایک ہی نکاتی ایجنڈا رکھتا ہے کہ اس کی سرزمین دراندازی کے لیے استعمال نہ کی جائے اور تحریک طالبان پاکستان کو نکیل ڈالی جائے۔ انہیں پاکستان کی سرحد سے دور کر دیا جائے لیکن طالبان حکومت نے اپنی بے بسی ظاہر کرتے ہوئے اس مقصد کے لیے خطیر رقم مانگ لی پاکستان نے اس بلیک میلنگ سے بچنے کی کوشش کی تو افغان ذمہ دار بات چیت اور وعدوں کے باوجود ازلی دشمن بھارت کے پاس پہنچ گئے۔ بھارتی حکومت اور مودی جی نے ان کی آؤ بھگت کی، انہیں کمک، ہیلی کاپٹر اور تربیت کی سہولیات کا وعدہ کرتے ہوئے فنڈز بھی فراہم کر دیے بلکہ وہ اس حکمت عملی کو حقیقت بنانے کے لیے کابل بھی پہنچ گئے یوں موجودہ حالات میں کوئی چیز ڈھکی چھپی نہیں۔

پاکستان نے ہمیشہ اعتدال پسندی سے کام لیا لیکن اس کی دو سرحدوں پر دشمن اور دوست نما دشمنوں کی غیر معمولی اور غیر ذمہ دارانہ سرگرمیوں نے پاکستان کو دوٹوک فیصلے پر مجبور کر دیا۔ دہشتگردی کسی بھی مملکت کے لیے قابل برداشت نہیں لیکن پاکستان چار دہائیوں سے ان پوشیدہ دشمنوں کی وجہ سے حالت جنگ میں ہے اس نے اپنی لڑائی ہمت، بہادری اور حکمت عملی سے لڑی، نا قابل تلافی نقصان اٹھایا، نا قابل فراموش مالی اور جانی نقصان بھی برداشت کیا لیکن اب انف از انف کہ اصول پر حتمی فیصلہ کر لیا گیا ہے کہ دہشت گرد اور پاکستان اکٹھا نہیں چل سکتے۔ ایک طرف ازلی دشمن بھارت کرائے کے لوگوں سے پراکسی وار کے ذریعے پاکستان کو غیر مستحکم کرنے کا خواہش مند ہے تو دوسری طرف محسن کش افغانستان اپنے غیر معمولی حالات اور کمزور حکومت کو دوام بخشنے کی سوچ میں بھارتی چالوں میں گرفتار ہے اس بات کا واضح ثبوت کیڈٹ کالج وانا اور اسلام آباد کچہری خودکش دھماکوں سے مل چکا ہے جس میں ملوث تمام افراد کا تعلق افغانستان سے ہے لہٰذا پاکستان دہشت گردی کے خلاف اب فیصلہ کن اور مسلسل جنگ لڑے گا ریاستی عزم جواں ہے ہزاروں قربانیوں کا تقاضا بھی یہی ہے کہ انہیں رائیگاں نہ جانے دیا جائے دہشت گردی کی موجودہ شدت نے توجہ دلاؤ نوٹس دیا ہے کہ اس ناسور کو ہمیشہ کے لیے ختم کرنا وقت کی ضرورت ہے کیونکہ طالبان حکومت کے قیام کے بعد پاکستان نے علاقائی اور عالمی سطح پر ثبوتوں کے ساتھ نشاندہی کی کہ افغان سرزمین پاکستان کے خلاف نہ صرف استعمال ہو رہی ہے بلکہ بھارت اس کی سرپرستی کر رہا ہے پاکستان نے ذمہ دارانہ رویوں کے باعث

اقوام متحدہ کو بھی بھارت اور افغانستان کے عزائم پر نا قابل تردید شواہد دے دیئے۔ دہشت گردی علاقائی نہیں، عالمی چیلنج ہے پاکستان کے وزارت خارجہ نے ریاستی پالیسی کی وضاحت کردی کہ ملک دہشت گردوں کے کسی گروہ سے مذاکرات ہرگز نہیں کرے گا طالبان حکومت میں پاکستان میں ہونے والی دہشت گردی میں نمایاں اضافہ ہوا ہے پاکستان نے بے حد تحمل کا مظاہرہ کیا لیکن اب بات قابل برداشت نہیں۔ ہر واردات اور حملے کا بھرپور جواب دیا جائے گا کیونکہ یہ حقیقت ہے کہ پاکستان میں منظم گروپ بھی زیادہ تر افغان سرحدی علاقوں سے بھارتی سرپرستی میں تیار کیے جاتے ہیں کیونکہ بھارت خطے میں عدم استحکام کے لیے ان گروپوں کی مالی اور لاجسٹک معاونت کرتا ہے عالمی اداروں اور برادری نے بھی پاکستان کے موقف کی تائید کی ہے پاکستان نے برادر ترکیہ اور قطر کی خواہش پر افغان طالبان سے بات چیت کی اس لیے کہ وہ معاملہ سفارتی اور سیاسی انداز میں حل کرنا چاہتا ہے۔ یہ بات صرف اس لیے کامیاب نہیں ہوسکی کہ بھارت کے جال میں افغان حکومت پھنس چکی اور بھارت کبھی بھی نہیں چاہتا کہ پاک افغان تعلقات پھر سے بہتر ہو جائیں۔

دہشت گردی اور دہشت گردوں نے پاکستان کے وجود کو خطرے میں ڈالنے کی کوشش کی اس لیے اب کسی بھی قسم کی مصالحت کا قائل نہیں۔ اس لئے دہشت گردوں ان کے سہولت کاروں اور سرپرستوں کے خلاف نرم گوشہ نہیں رکھا جائے گا دہشت گردی کے خاتمے کے لیے ہر قسم کی بھرپور کارروائی کی جائے گی کیونکہ پاکستانی قوم بھی یہی چاہتی ہے وہ دہشت گردوں کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے کے لیے فورسز اور حکومتی حکمت عملی کے ساتھ کھڑی ہے پاکستان کا ایک نکاتی ایجنڈا ابھی طالبان حکومت نے یقین دہانی کے باوجود تسلیم نہیں کیا۔ ان کی سرزمین دہشت گردی کے لیے استعمال ہو رہی ہے بلکہ دعوی کر دیا کہ تحریک طالبان پاکستان خالصتاً پاکستانی ہیں اسے ہم افغانستان میں کیوں واپس لے کر جائیں؟ پاکستان نے اس کا سخت ردعمل دیا اور یاد دہانی کرائی کہ افغانستان حکومت کے ٹھوس اقدامات نہ کرنا پاکستانی خدشات میں اضافے کا باعث ہے۔ ہم مسائل بات چیت اور سفارت کاری سے حل کرنا چاہتے ہیں لیکن یہ خواہش کبھی بھی یکطرفہ پوری نہیں ہوسکتی۔ لہٰذا افغان حکومت کو مثبت ردعمل کا مظاہرہ کرنا ہوگا جو موجودہ حالات میں ممکن نہیں لگتا اس لیے پاکستان اپنے دوٹوک موقع پر قائم رہے گا کہ پاکستان اور دہشت گردی اکٹھے نہیں چل سکتے۔ اس لیے ہر کارروائی اور حملے کا منہ توڑ جواب دیا جائے گا بھارت اگر اپنی شکست کا بدلہ افغانستان کے راستے دہشت گردی اور پراکسی وار سے لینا چاہتا ہے تو بھی وہ پاکستان کو تیار پائے گا کیونکہ اس کا فیصلہ ہے کہ کٹھن حالات میں بھی دہشت گردی اور دہشت گردوں سے کسی قسم کا سمجھوتہ نہیں کیا جائے گا۔ مذاکرات نہیں، دہشت گردوں کا مکمل خاتمہ کیونکہ یہی فیصلہ وطن عزیز کی سلامتی اور مستقبل کی ضمانت ہے اس فارمولے پر سیاسی عسکری قیادت ہی نہیں قوم بھی یقین رکھتی ہے پاکستان اندرونی اور بیرونی محاذوں پر ہی پرعزم نہیں، سفارتی محاذ پر بھی ایسے کارہائے نمایاں انجام دے رہا ہے جس کی دنیا قائل ہو چکی ہے اور یہ سب کچھ سیاسی اور عسکری قیادت کی مشترکہ دوراندیشی سے ہی ممکن ہو سکا ہے۔

ہماری مطبوعات

قیمت امریکی ڈالر	قیمت پاکستانی روپے	زبان	مطبوعات	نمبر شمار
$-05	150/-	انگریزی	قائداعظم محمد علی جناح خطابات و بیانات بطور گورنر جنرل 1947ء تا 1948ء (مجلد)	1
$-05	150/-	انگریزی	قائداعظم محمد علی جناح خطابات و بیانات بطور گورنر جنرل 1947ء تا 1948ء (پیپر بیک)	2
$-17	350/-	اردو	قائداعظم محمد علی جناح خطابات و بیانات بطور گورنر جنرل 1947ء تا 1948ء (پیپر بیک)	3
$-17	350/-	انگریزی	قائداعظم محمد علی جناح (تصویری البم) 1876ء تا 1948ء (مجلد)	4
$-17	350/-	انگریزی	قائداعظم محمد علی جناح (تصویری البم) 1876ء تا 1948ء (پیپر بیک)	5
$-04	100/-	انگریزی	قائداعظم کے سنہری اقوال	6
$-03	50/-	انگریزی	اقوال قائد (پیپر بیک)	7
$-15	400/-	انگریزی	قائداعظم کے بانی محمد علی جناح	8
$-10	250/-	انگریزی	جناح [illegible] (کافی ٹیبل بک)	9
$-10	250/-	اردو	مادرِ ملت سوانحیات	10
$-10	250/-	اردو	مادرِ ملت تصویری البم	11
$-04	200/-	انگریزی	پاکستان ڈپلومیٹک کرانیکل	12
$-17	450/-	انگریزی	پاکستان کرونولوجی 1947ء تا 2006ء (چار جلدیں)	13
$-15	400/-	انگریزی	پاکستان کرونولوجی 1947ء تا 2006ء (پیپر بیک) (چار جلدیں)	14
	250/-	انگریزی	پاکستان مناظر	15
$-02	50/-	انگریزی	پاکستان بنیادی حقائق	16
$-120	2000/-	انگریزی	آئینہ پاکستان ایک طائرانہ نظر	17
$-20	1000/-	انگریزی	پاکستان [illegible]	18
$-20	500/-	انگریزی، عربی، فرانسیسی، چینی	پاکستان [illegible] (پیپر بیک ایڈیشن)	19
$-125	2500/-	انگریزی	[illegible]	20
	60/-	انگریزی	[illegible]	21
$-12	200/-	انگریزی	[illegible]	22
$-08	200/-	انگریزی	ٹرک آرٹ	23
$-04	100/-	انگریزی	گندھارا آرٹ ان پاکستان (از ڈاکٹر احمد حسن دانی)	24
$-04	100/-	انگریزی	مسلم آرٹ اینڈ ہیریٹیج آف پاکستان (از ڈاکٹر احمد حسن دانی)	25
$-01	15/-	اردو	اسلامی معاشرتی اقدار	26
$-04	100/-	اردو	دستِ افکار ([illegible] شاعری سے انتخاب)	27
$-50	615/-	انگریزی	[illegible] (عبدالستار ایدھی)	28
$-60	500/-	اردو	ماہِ نو غالب (کلکشن ایڈیشن)	29
$-17	350/-	اردو	ماہِ نو اقبال (کلکشن ایڈیشن)	30
$-60	500/-	اردو	ماہِ نو قائداعظم (کلکشن ایڈیشن)	31
$-60	500/-	اردو	ماہِ نو فیض (کلکشن ایڈیشن)	32
$-60	500/-	اردو	ماہِ نو احمد فراز (کلکشن ایڈیشن)	33
$-60	400/-	اردو	ماہِ نو احمد ندیم قاسمی (کلکشن ایڈیشن)	34
$-60	500/-	اردو	ماہِ نو جالب نمبر (کلکشن ایڈیشن)	35
$-60	400/-	اردو	ماہِ نو جوش (کلکشن ایڈیشن)	36
$-60	400/-	اردو	ماہِ نو انتخاب منظوم (کلکشن ایڈیشن)	37
$-60	400/-	اردو	ماہِ نو انتخاب 2016ء (کلکشن ایڈیشن)	38
$-15	400/-	اردو	ماہِ نو سرسید احمد خان (کلکشن ایڈیشن)	39
$-60	400/-	اردو	ماہِ نو [illegible] (کلکشن ایڈیشن)	40
	100/- فی شمارہ	اردو	ماہِ نو (ماہنامہ) (گزشتہ شمارے)	41
		اردو	ماہِ نو (ماہنامہ) (آن لائن)	42
	10/-	اردو	پاک جمہوریت (قرآن کریم) (کلکشن ایڈیشن)	43
	100/- فی شمارہ	اردو	پاک جمہوریت (ماہنامہ) (گزشتہ شمارے)	44
		اردو	پاک جمہوریت (ماہنامہ) (آن لائن)	45
$-120	200/-	انگریزی	پاکستان کیلنڈر	46

رابطہ برائے خریداری

منیجر: ڈائریکٹوریٹ جنرل آف الیکٹرانک میڈیا اینڈ پبلی کیشنز، بی۔ ایف بلڈنگ، زیرو پوائنٹ، اسلام آباد، پاکستان۔ فون: 051-9252182 فیکس: 051-9252176

DIRECTORATE OF ELECTRONIC MEDIA AND PUBLICATIONS

ڈائریکٹوریٹ آف الیکٹرانک میڈیا اینڈ پبلی کیشنز، اسلام آباد

ریجنل آفس: 291اے، ایم اے جوہر ٹاؤن لاہور۔